طاہرہ شاکر

اسلام اور بنیادی ضروریات کی فراہمی

بنیادی ضروریات کی فراہمی کا مسئلہ نہ تو اتنا غیر اہم ہے کہ اس سے بالکل ہی صرف نظر کر لیا جائے اور ریاست کو اس سے کوئی سروکار نہ ہو اور نہ اس درجے اہم ترین مقام کا حامل ہے کہ انسانی زندگی کی تمام کوششوں کا محور صرف اسی ایک مسئلے کو سمجھ لیا جائے۔ اعتدال کی راہ صرف اسلام کی راہ ہے۔ اسلام کی نظر میں بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کی اہم ترین ذمے داریوں میں سے ہے۔ اسلامی ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ افرادِ معاشرہ کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کی فکر سے بے نیاز کر کے اسے دیگر بلند تر مقاصدِ حیات کے حصول کے لیے تیار کرے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :

"افرادِ معاشرہ کے لیے ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ضرور ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلامی ریاست اس بات کا لحاظ کیے بغیر کہ کوئی شخص اپنے مال سے یا اپنی محنت کے ذریعے کسب مال کر کے ان ضروریات کو پورا کر سکتا ہے یا نہیں۔ ہر فرد کو ایسی اشیا اور خدمات فراہم کرتی رہے جو ان ضروریات کی تکمیل کرنے والی ہوں۔ یہ بات ناممکن ہے اور اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری اس سلسلے میں صرف یہ ہے کہ وہ معاشرے میں ایسے حالات و اسباب پیدا کرنے کی ذمے دار ہے جن کی موجودگی میں عام افرادِ معاشرہ اپنی ضروریات اپنے بل بوتے پر پوری کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اسلامی معاشرہ ایسے خطوط پر استوار کیا جائے کہ بقدرِ ضرورت مال حاصل نہ کر سکنے والے افراد بآسانی اپنے خاندان یا عام افرادِ معاشرہ سے اتنی مدد حاصل کر سکیں۔ ان تمام انتظامات کے باوجود اگر کوئی فرد اپنی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہے تو پھر اسلامی ریاست کو اس بات کا انتظام کرنا ہوگا کہ وہ ایسے وسائلِ حیات پیدا کرے جو ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے درکار ہیں۔"[1]

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست (لاہور ۱۹۷۷ء) ص ۳۹۱ - ۳۹۲

بنیادی ضروریات کا تعین

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اس باب میں اس طرح رقم طراز ہیں، " شریعتِ اسلامی کی کسی نص سے توان ضروریات کا کوئی درست اندازہ نہیں کیا جا سکتا، جس پر انسانی زندگی کی بنیادی ضرورتوں کا اطلاق ہو سکے، مگر یہ اصول بہر حال نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے کہ وہ ہر ضرورت مند کو اس کی بنیادی ضروریات جس پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہو اور جس کی عدم موجودگی میں انسانی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس کے ضیاع کا احتمال ہو، اس کے اصول کی روشنی میں ذرا غور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غذا، لباس، مکان اور بیماری کی حالت میں علاج یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر انسانی زندگی کی بقا کا دارومدار ہے اور اس بنا پر چاروں چیزیں لازمی طور پر بنیادی ضروریات میں شمار کی جائیں گی"[۱۳]

اسلامی ریاست کی ذمے داری

بنیادی ضروریات کے مفہوم کی اسی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے غالباً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جزئیات کی تفصیل نہیں فرمائی بلکہ اپنے ارشادات کے ذریعے نہایت جامع انداز میں یہ اصول متعین فرمایا کہ اصحاب امر محروم افراد کی ضروریات کی تکمیل کے ذمے دار ہیں۔ نیز محروم افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اسلامی ریاست کی ذمے داریوں میں سے اہم ترین ذمے داری ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ اسی امر کی مکمل طور پر نشاندہی کرتی ہے۔

قال عمرو بن مرۃ لمعاویہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یقول ما من امام یغلق بابہ دون ذوی الحاجہ والخلۃ والمسکنۃ الا اغلق اللہ ابواب السماء دون خلتہ وحاجتہ ومسکنتہ فجعل معاویۃ رجلاً علی حوائج الناس[۱۴]

عمرو بن مرہ نے حضرت معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

---

[۱۳] ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریۂ ملکیت (لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۹۱

[۱۴] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، کتاب الاحکام، باب جاء فی امام الرعیۃ (مصر ۱۹۳۱ء) - ۵۵، ص ۳۰

[library stamp]

جو امام ضرورت مندوں، فقرا اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے۔ اللہ اس کی ضرورت، فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے (یہ سن کر) معاویہ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات (پوری کرنے پر) مامور کر دیا۔

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ تکمیل ضروریات کی ذمے داری اسلامی ریاست کی ابتدائی ذمے داریوں میں سے ہے۔ کیونکہ کوئی صاحب امر اگر پہلے ہی مرحلے میں اپنی ذمے داری سے عہدہ برآ نہ ہوگا تو وہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں اللہ کی نصرت سے محروم ہو جائے گا، اور ظاہر ہے کہ ایک صاحب امر کی ضروریات میں وہ حاجتیں بھی شامل ہیں جو امور ریاست کے نگران ہونے کی حیثیت سے اسے لاحق ہوتی ہیں۔ اس بات کی مزید وضاحت، خلافت کی اس تعریف سے بھی ہوتی ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ جسے سن کر کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے اس کی تصویب فرمائی ہے:

عن سلمان قال ان الخلیفۃ ھو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرّعیۃ شفقۃ الرّجل علی اھلہ فقال کعب الاحبار صدق [۵۲]

سلمان سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔ یہ سن کر کعب بن احبار نے کہا، سچ کہا۔

ظاہر ہے خلافت کا اصل مقصد تو قانون الٰہی کا نفاذ ہی ہے مگر اس کے فوراً بعد شفقت علی الرعیہ کا ذکر کر کے یہ بتلا دیا کہ خلیفہ کے لیے جتنا اہم کام قانونِ الٰہی کا نفاذ ہے، اتنا ہی اہم یہ کام بھی ہے کہ وہ رعیت سے شفقت کا برتاؤ رکھے اور شفقت بھی کیسی، جیسے ایک آدمی کو اپنے اہل وعیال سے ہوتی ہے کہ وہ ان کی صرف بنیادی ضرورتوں ہی کی فکر نہیں کرتا بلکہ ان کو ہر طرح کے آسام اور ہر طرح کی راحتیں بہم پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی بات کو آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر رعیت کی خیر خواہی سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[۵۲] امام ابو عبید القاسم، کتاب الاموال، (قاہرہ، ۱۳۵۳ھ) ۶، ص ۹

مامن عبد یسترعیہ اللہ رعیتہ فلم یحطھا بنصیحہ لم یجد رائحہ الجنہ [۸]

جس بندے کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیرخواہی نہ برتی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

کسی آدمی کے ساتھ خیرخواہی کا اوّلین تقاضا یہی ہے کہ جن ضروریات کی عدم تکمیل سے اس کی جان ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو ان کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

غرض اس قسم کے متعدد ارشادات نبوی کی روشنی میں یہ بات پوری طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ معاشرے کے محروم افراد کے لیے بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمے داری ہے۔ چنانچہ خلافتِ راشدہ کی پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کو بھی اپنی اس ذمے داری کا پوری طرح احساس تھا، اور یہ بات خلافتِ راشدہ تک ہی محدود نہیں، اس مبارک دور کے بعد بھی اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو دیگر امور کے لحاظ سے خلافتِ اسلامیہ میں اختلال پیدا ہو گیا تھا مگر جہاں تک محروم افراد کے لیے بنیادی ضروریات کی فراہمی کا تعلق ہے ہر دور کی اسلامی ریاست کے ہر صاحبِ امر کو اپنی اس ذمے داری کا شدت سے احساس رہتا تھا۔ چنانچہ اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وہ پورا پورا اہتمام کرتا تھا۔

خلفائے راشدین کا احساسِ ذمہ داری

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "خلافتِ راشدہ کا پورا دور اس قسم کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین اپنی اس ذمے داری کے بارے میں کس قدر متفکر رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس فکر نے صرف دو سال کے قلیل عرصے میں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔"[۹]

حضرت عمرؓ کو اپنی اس ذمے داری کا اس قدر احساس تھا کہ آپ نے فرمایا:

لو مات جمل ضیاعاً علی شط الفرات لخشیت ان یسئلنی اللہ عنہ [۱۰]

---

[۸] محمد بن اسمٰعیل بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح (مصر ۱۳۴۵ھ)، ج ۲، ص ۵۸-

[۹] مولانا شبلی نعمانی، الفاروق (لاہور، ۱۹۷۰ء) ص ۱۱۵

[۱۰] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت، ۱۹۶۰ء) ج ۳، ص ۳۰۵

اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جواب طلب کرے گا۔

ایک موقع پر ایک عام خطبے میں اپنی ذمے داریاں گناتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا :

ایها الناس ان اللہ قد کلفنی ان اصرف عنه الدعاء[۸]

لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ذمے داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک اور موقع پر فرمایا :

ومن اراد ان یسئال عن المال فلیاتنی فان اللہ جعلنی خازناً وقاسماً[۹]

اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے (اپنے مال کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنا دیا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں : " اپنی اس ذمے داری کے احساس کو عملی جامہ پہنانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہتمام کا کیا حال تھا، اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸ھ کے مشہور قحط میں عام مسلمانوں کی فکر نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کر دیا تھا اور آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ یہ قحط جس کو عام الرمادہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس قدر شدید تھا کہ نو ماہ تک پورے حجاز میں فقر و فاقہ کا دور دورہ رہا۔ اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غذائی اجناس کی عام تقسیم اور سرکاری طور پر ہزاروں افراد کے لیے کھانا پکوا کر دونوں وقت کھلانے کا انتظام کیا۔ قحط کی فکر نے آپ کا یہ حال کر دیا تھا کہ قحط کے بعد صحابہ کرام کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ عام الرمادہ کا قحط دور نہ کر دیتا تو ہمیں اندیشہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اس مسئلے کی فکر کرتے ہوئے مر جاتے "[۱۰]

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں : " حضرت عثمان اور حضرت علی نے اپنے دور میں اپنی ذمے داریوں

---

[۸] ابو محمد عز الدین عبد العزیز بن السلام ، قواعد الاحکام فی مصالح الانام (مصر ۱۹۳۴ء)، ج ۱، ص ۱۴۸۔

[۹] بلاذری ، فتوح البلدان (قاہرہ ، ۱۹۳۲ء) ، ص ۲۷۲

[۱۰] ابن جوزی ، سیرت عمر بن الخطاب (مصر ۱۹۲۴ء) ۔ ص ۱۰۱

کو پوری طرح نبھایا۔ یہ اسی ذمے داری کا عملی مظاہرہ تھا کہ حضرت عثمان ایک قحط کے موقعے پر غلے سے لدے ہوئے سیکڑوں اونٹ بازار میں منہ مانگے داموں فروخت کرنے کی بجائے مستحقین پر خیرات کر دیتے ہیں، اور یہ اسی ذمے داری کا تقاضا تھا کہ حضرت علی خود متواتر بھوکے رہ کر اپنے حصے کا کھانا بھی دوسروں کو کھلا کر خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں"[۱۱]

خلافتِ راشدہ کے بعد بھی اسلامی تاریخ میں اس قسم کی مثالوں کی کمی نہیں۔ خلفائے بنو امیہ نے عطایا کا ایک مستقل محکمہ صرف اس مقصد کے لیے قائم کیا ہوا تھا۔ خلفائے بنو عباس نے نہ صرف اس کو قائم رکھا بلکہ مزید منظم کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے خاص طور پر ایک آدمی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا۔

وما احد منکم تبلغنی حاجتها الا حرصت ان اسد من حاجته ما قدرت علیه[۱۲]

تم میں سے جس کسی کی ضرورت کا مجھے علم ہوگا اس کی ضرورت پوری کرنے کی میں حتی الامکان پوری کوشش کروں گا۔

الغرض جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس باب میں بڑے واضح ہیں کہ بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمے داری ہے، وہاں اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اس پر عمل کی نظیریں اس بات پر شاہد ہیں کہ اسلامی ریاست کے منصبِ صدارت پر فائز ہونے والے ہر فرد کے اس ذمے داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی پوری کوشش کی ہے۔

اسلام بنیادی ضروریات کی فراہمی سودے بازی کی بنیاد پر نہیں کرتا

"اسلام میں عدلِ اجتماعی" کے مصنف لکھتے ہیں: "افرادِ معاشرہ کو بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست اپنا فرض سمجھ کر کرتی ہے۔ اس کے عوض وہ افراد سے کسی خدمت یا کسی معاوضے کی طالب نہیں ہوتی۔ اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس طرح افرادِ معاشرہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کے قابل ہو سکیں گے اور زندگی کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لے سکیں گے۔ اسلام بنیادی ضروریات کی فراہمی سودے بازی

---

[۱۱] مولانا امین احسن اصلاحی، اسلامی ریاست (لاہور ۱۹۷۷ء)، ص ۱۲۲

[۱۲] ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم، سیرت عمر بن عبدالعزیز، (مصر ۱۳۴۶ھ)، ص ۴۱

کی بنیادوں پر نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں اسلام اور سوشلزم کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے۔ سوشلزم بنیادی ضروریات فراہم کرتا ہے مگر افراد کی صلاحیت کار کی قیمت کے طور پر۔ ان کو روٹی کپڑا اور مکان مہیا کرتا ہے، مگر جانوروں کی طرح سے ان سے دن رات کام لے کر۔ اس کے بعد بھی ان کو طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑ کر ان کی آزادئ ضمیر کو نفع کے طور پر وصول کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام افرادِ معاشرہ کو بنیادی ضروریات ان کا انسانی حق سمجھ کر فراہم کرتا ہے اور ان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے صلاحیتِ کار کو جہاں چاہیں استعمال کریں اور پوری آزادی کے ساتھ زندگی کی دوڑ میں حصہ لیں۔[۳۱]

چند دیگر اہم ضروریات اور اسلامی ریاست کی ذمے داری

اب تک ہم ان ضروریات کو زیر بحث لائے ہیں جن پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے اور جن کو اسلام کے علاوہ دوسرے نظام ہائے معاشرہ نے بھی انسانی بنیادی ضروریات میں شمار کرتے ہوئے ریاست کو کسی نہ کسی شکل میں ان کی فراہمی کا ذمے دار ٹھہرایا ہے۔ اب ہم چند ایسی ضروریات کا ذکر کرتے ہیں جو بنیادی ضروریات میں تو داخل نہیں مگر اجتماع کو خلل سے بچانے اور اسے صحیح خطوط پر استوار رکھنے کے لیے ان کا اہتمام بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس بنا پر اسلام نے ان کی فراہمی کو بھی مخصوص حالات میں اسلامی ریاست کی ذمے داریوں میں شمار کیا ہے۔

عام تعلیم

اس قسم کی ضروریات میں ایک اہم ضرورت عام تعلیم کی ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام عام تعلیم کے اہتمام کو بھی اسلامی ریاست کی ذمے داری سمجھتے تھے۔ بدر کے موقعے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد قیدیوں کا یہ فدیہ مقرر کیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک قیدی مدینے کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔

طبقات ابن سعد میں ہے،

عن الوضین بن عطاء قال ثلاثة كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان وكان عمر

---

۳۱ سید قطب شہید، مترجم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام میں عدل اجتماعی (لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۰۴

بن الخطاب یرزق کل واحد فیہ خمسۃ عشر درھما کل شھر [۱۴]

وضین بن عطا سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ مدینہ میں تین آدمی تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور عمر بن الخطاب ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ماہانہ دیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی دیہات کے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے معلم مقرر کیے ہوئے تھے اور ایسے لوگ جو حصول تعلیم کی مشغولیت کی بنا پر اپنی روزی کمانے سے قاصر تھے، ان کے وظائف بھی مقرر کر رکھے تھے [۱۵]

غرض ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عام تعلیم کے اہتمام کو بھی اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمے داریوں میں شمار کرتا ہے۔

میت کے قرض کی ادائیگی

بنیادی ضروریات کے علاوہ دیگر ایسی ضروریات جن کے اہتمام میں اسلام کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ان میں ایک ضرورت کسی شخص کے وفات پا جانے کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے قرض کی ادائیگی بھی ہے۔ فتوحات کے بعد جب بیت المال میں کافی مال آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن توفی وعلیہ دین فعلی قضاءہ [۱۶]

مجھے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ لگاؤ ہے۔ پس جو مقروض وفات پا جائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اسلامی ریاست کے خزانے میں دوسری ضروریات کی تکمیل کے بعد گنجائش ہو تو اس کے ذمے ان مرنے والوں کے قرض کی ادائیگی بھی ہے جنھوں نے اتنا ترکہ نہ چھوڑا ہو جو ادائے قرض کے لیے کافی ہو۔

متوفی کی بے سہارا اولاد کی کفالت

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض کے علاوہ متوفی کی دوسری ذمہ داریاں

۱۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت، ۱۹۶۰ء)، ج ۳، ص ۲۲۲

۱۵۔ قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج (قاہرہ، ۱۳۴۶ھ)، ص ۱۹

۱۶۔ امام ابو عبید القاسم، کتاب الاموال (قاہرہ، ۱۳۵۳ھ)، ج ۱، ص ۲۲۰

Library

مثلاً بے سہارا اولاد کی کفالت کے سلسلے میں بھی اسی قسم کا اعلان فرمایا:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک مالاً فلاھلہ و من ترک ضیاعاً فالی[17]

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال چھوڑے تو وہ مال اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور کسی کو بے سہارا چھوڑے تو اس کی ذمے داری مجھ پر ہے۔

اسلامی ریاست کی حیثیت ایک سرپرست کی سی ہے

شریعت نے دراصل اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا سرپرست قرار دیا ہے اور سرپرستی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ وہ ان ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ ورسولہ مولی من لا مولی لہ[18]

جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے۔

ایک اور موقعے پر فرمایا:

السلطان ولی من لا ولی لہ[19]

جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے۔

الغرض اسلامی ریاست میں جو شخص بھی ضرورت مند یا مصیبت میں مبتلا ہوگا اس کو اللہ اور اس کا رسول سہارا دیں گے۔ ظاہر ہے یہاں رسول کے الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حیثیت مراد ہے جو اسلامی ریاست کے سربراہ کے طور پر آپ کو حاصل تھی۔ آج سرمایہ داری نظام کے نتیجے میں ضروریات زندگی کی فراہمی ہمارے لیے ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ بات چیلنج کے طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس کا صحیح اور مناسب ترین حل صرف اور صرف اسلام ہے۔

---

[17] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابواب الفرائض، باب ماجاء من ترک مالاً فلورثتہ

[18] ایضاً " باب ماجاء فی میراث المال

[19] ایضاً ابواب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی